بخاری شریف ششماہی اوّل

(طالبات)

صحیح بخاری

حالاتِ مصنّف:

ولادت اور سلسلۂ نسب:- امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری جعفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 13 شوال ۱۹۴ ھجری میں پیدا ہوئے ماوراء النہر کے مشہور شہر بخارہ میں پیدا ہوئے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ کے والد اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی عظیم محدث اور ایک صالح بزرگ تھے، امام بخاری علیہ الرحمہ کے جدِّ امجد مغیرہ پہلے جعفی مجوسی تھے اس زمانہ میں بخارہ کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف بالاسلام ہوئے اور اسی نسبت سے جعفی کہلائے، امام بخاری علیہ الرحمہ کو بھی اسی سبب سے جعفی کہا جاتا ہے۔

~~ابتدائی حالات: بچپن میں ہی امام بخاری کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، پرورش کی ذمہ داری آپ کی والدہ نے سنبھالی~~

زمانۂ تعلیم: ابتدائی تعلیم و ضروری تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب امام بخاری علیہ الرحمہ کی عمر دس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا، اور آپ نے بخارہ کے درسِ حدیث میں داخلہ لے لیا، متن کو محفوظ رکھا اور سند کے ایک ایک راوی کو ضبط کیا حتی کہ ایک سال بعد متنِ حدیث اور اس کی سند پر آپ علیہ الرحمہ کے عبور کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات اساتذۂ کرام بھی آپ علیہ الرحمہ سے اپنی تصحیح کراتے تھے۔

اساتذۂ کرام: امام بخاری علیہ الرحمہ کے اساتذہ و مشائخ کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند ایک کے اسماء یہ ہیں،
محمد بن سلام، یحییٰ بن بشر، عبداللہ بن محمد، محمد بن عرعرہ، یحییٰ بن یحییٰ۔

تلامذہ: امام بخاری علیہ الرحمہ کے زمانے میں بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند اور بخارہ، علوم اسلامیہ کا مرکز قرار دیے جاتے تھے۔ ان شہروں میں امام بخاری علیہ الرحمہ بارہا گئے اور بے حساب لوگوں کو حدیثیں املا کروائیں۔ **معاصرین میں سے:** ابوذرعہ، ابوحاتم رازی، ابراہیم حربی۔ اکابرین میں سے: حافظ صالح بن محمد، مسلم بن حجاج۔ جن لوگوں نے باقاعدہ شاگردی اختیار کی ان میں سے چند یہ ہیں: عمر بن محمد بن بجیری، ابوبکر بزاز، حسین بن محمد قبانی، یعقوب بن یوسف بن اخرم، عبداللہ بن محمد بن ناجیہ۔

تصانیف: مؤرخین نے امام بخاری علیہ الرحمہ کی جو تصانیف شمار کی ہیں ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: (1) الجامع الصحیح (2) التاریخ الکبیر (3) التاریخ الاوسط (4) التاریخ الصغیر (5) کتاب الکنیٰ (6) کتاب العلل (7) کتاب الوحدان (8) کتاب المبسوط (9) کتاب الفوائد (10) التفسیر الکبیر (11) المسند الکبیر (12) جزء رفع یدین

آراءِ علماءِ کرام رحمہم اللہ المبین: جن لوگوں نے آپ کی علمی و عملی خدمات کو سراہا ان میں آپ کے مشائخ، معاصرین اور تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے۔

* اساتذہ کی رائے: امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے کہا: ارضِ "خراسان" نے آج تک بخاری کی نظیر پیدا نہیں کی۔
ایک استاذ قتیبہ بن سعید نے کہا: میرے پاس مشرق و مغرب سے بے شمار لوگ علم حدیث کی تحصیل کے لیے آئے، لیکن ان میں بخاری جیسا کوئی نہ تھا۔
* معاصرین کی رائے: حاتم بن منصور نے کہا: امام بخاری اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہیں۔ دارمی نے کہا: میں نے حجاز، شام اور عراق کے علماء دیکھے مگر بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

* **تلامذہ کی رائے**: امام ترمذی نے کہا: میں نے اسانید اور علل کے علم میں امام بخاری سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔
امام مسلم نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ امام بخاری کا کوئی مماثل نہیں ہے۔

وصال: "بخارا" سے واپس ہونے کے بعد امام بخاری نے "سمرقند" جانے کا قصد کیا۔ ابھی "سمرقند" سے کئی منزل دور تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہلِ "سمرقند" میں آپ کے بارے میں دو آراء ہو گئی ہیں۔ یہ سن کر آپ وہیں راستہ میں "خرتنگ" نامی ایک بستی میں آپ رُک گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی "اے خدا! یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوتی جا رہی ہے مجھے اپنے پاس واپس بُلا لے" اس دعا کے بعد آپ بیمار پڑ گئے۔ اس اثناء میں اہلِ سمرقند نے بُلانے کے لئے آپ کے پاس قاصد بھیجا آپ جانے کے لئے تیار ہوئے مگر طاقت نے ساتھ نہ دیا، چند دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے، جسم سے پسینہ بہنا شروع ہوا، ابھی وہ پسینہ خشک نہ ہوا تھا کہ آپ نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح یکم شوال 256ھ میں کو 62 سال کی عمر میں خرتنگ کے وقت علم و فضل کا وہ عظیم آفتاب غروب ہو گیا جس کے علم و فضل کی روشنی سے سمرقند، بخارا، بغداد اور ایشیا کے بے شمار عوام و خواص اپنے دل و دماغ کو منور کر رہے تھے۔

صحیح بخاری: امام بخاری کی تصانیف یوں تو بیس سے زائد ہیں مگر جو عظمت، شہرت اور مقبولیت "صحیح بخاری" کے حصّہ میں آئی وہ کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی۔ نیز علماءِ اُمّت کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ کوئی صحیح کتاب روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔

سببِ تالیف:

اِس زمانے میں حدیث کے موضوع پر جس قدر کتب معرضِ وجود میں آچکی تھیں! اِن میں سے کسی کتاب میں بھی صرف احادیثِ صحیحہ لانے کا التزام نہیں کیا گیا تھا بلکہ اِن میں شاذ، منکر، مدلّس اور معلل ہر قسم کی روایات جمع کر دی گئی تھیں، اِس وقت اِس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ ایک ایسا مجموعہ احادیث ترتیب دیا جائے جس میں صرف احادیثِ صحیحہ کو جمع کیا جائے۔ اِسی ضرورت کے پیشِ نظر امام بخاری کے استاذ اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری علیہ الرحمہ سے کہا کہ کاش! تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنن کو اسانید صحیحہ کے ساتھ جمع کر لو۔ تاکہ صحیح مجرد کا مجموعہ تیار ہو جائے۔

تسمیہ: - امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح کا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم" رکھا"، لیکن عوام وخواص میں یہ کتاب "صحیح بخاری" کے نام سے مشہور ہو گئی۔ محدثین کی اصطلاح میں "**جامع**" حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں 8 مخصوص عناوین کے تحت احادیث ذکر کی جائیں، جو یہ ہیں، سیر، تفسیر، آداب، عقائد، فتن، اشراط، احکام، مناقب۔

اور "**الصحیح**" کا مطلب ہے کہ اِس مجموعہ کی تمام احادیث صحیح ہوں۔ **المختصر من امور رسول اللہ**" کا مفاد یہ ہے کہ اِس کتاب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال، افعال، احوال، صفات اور ایام سے متعلق احادیث لائی جائیں۔

اسلوب: تالیف "صحیح" سے امام بخاری علیہ الرحمہ کا مقصد صرف جمع احادیث نہ ہے بلکہ تراجم ابواب پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط بھی ان کا مقصود تھا۔ چنانچہ ترجمۃ الباب کے اثبات کے لئے وہ سب سے پہلے "قرآن پاک" کی آیت پیش کرتے ہیں۔ پھر کبھی اسی

پر اکتفا کر لیتے ہیں اور بعض اوقات آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ارشادات ائمہ فتویٰ سے اس کی تائید کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس باب کے تحت اپنی پوری سند کے ساتھ حدیث کی روایت کرتے ہیں اور کبھی سند معلق سے حدیث وارد کرتے ہیں اور کبھی بغیر سند کے حدیث ذکر دیتے ہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ کبھی ایک باب کے تحت احادیث کثیرہ روایت کرتے ہیں اور کبھی صرف ایک حدیث ذکر کرتے ہیں۔ بلہ اس صورت میں ہے جب انہیں ترجمۃ الباب کے لئے اپنی شرائط پر احادیث مل جائیں اور کبھی ترجمۃ الباب کے تحت کسی حدیث کا ذکر نہیں کرتے بلکہ کسی حدیث کے بعینہ الفاظ یا اس کے ہم معنی الفاظ کو عنوان باب بنا کر یہ ارشاد کرتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت ان کی شرائط پر حدیث نہیں مل سکی اور عنوانِ باب کو الفاظ حدیث کے ساتھ تعبیر کرکے یہ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث فی نفسہ لائق حجت ہے۔

کبھی امام بخاری علیہ الرحمہ ایک حدیث کو متعدد جگہ ذکر کرتے ہیں اور اس سے ان کا مقصود اس حدیث سے ان متعدد مسائل کا استنباط ہوتا ہے جن سے متعلق ابواب کے تحت وہ اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں۔

تعداد: جدید نمبرنگ (Numbering) کے مطابق "صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد: 7563 ہے۔

نسب نامہ: سیدنا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ، بن مدرکہ بن الیاس، بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

والدہ ماجدہ کی طرف سے: حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ

6

كيف بدأ الوحي

وحی کا لغوی معنیٰ: ہیں۔ ① اشارہ کرنا ② لکھنا ③ پیغام بھیجنا ④ دل میں بات ڈالنا ⑤ خفیہ بات کرنا ⑥ زمین میں جلدی کرنا۔

اصطلاحی معنیٰ: وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی علیہ السلام پر اللہ عزوجل کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

اقسام وحی:

انبیاء کرام علیہ السلام کے حق میں وحی 3 قسم پر ہیں۔
① بلا واسطہ بلکہ بنفسِ نفیس اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم سننا ② فرشتے کی وساطت سے کلام ربانی آئے۔ ③ انبیاء کرام علیہ السلام کے قلوب میں معنیٰ کا القاء کیا جائے۔

پھر وحی کی 7 صورتیں ہیں، یہ تین قسمیں 7 صورتوں میں منحصر ہیں، جیسے کہ ① خواب میں ہو ② قلب میں القاء ہو ③ جرس یعنی گھنٹی کی آواز کی صورت ہو ④ فرشتہ مرد کی شکل میں آکر کلام ربانی پیش کرے ⑤ فرشتہ / حضرت جبرائیل علیہ السلام ملکوتی شکل میں ظاہر ہوں جن کے 600 بازو ہوں جن سے یاقوت، موتی جھڑتے ہیں ⑥ حضرت اسرافیل علیہ السلام وحی لیکر حاضر ہوں (جیسا کہ حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ابتدا کے 3 سال حضرت اسرافیل علیہ السلام وحی پر مقرر تھے پھر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے سپرد یہ خدمت ہوئی انہی کی وساطت سے پورا قرآن پاک نازل ہوا) ⑦ اللہ عزوجل کا کلام قدیم سنے ⓘ خواہ بیداری میں ہو، جیسا کہ شب معراج میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا ⓘⓘ خواہ خواب میں ہو جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے مجھ پر میرے رب عزوجل نے تجلی فرمائی۔

رسالہ "بیہوشی بھی گزر جائےگا"

"صلصلة الجرس کا مطلب"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو کوئی ایسی بات بتانا چاہتے جو عقل سے ماوراء ہو تو اس کے سمجھانے کے لئے عالم شہادت کی کوئی مناسب مثال ذکر فرماتے، یہاں جب حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے وحی کی کیفیت تمام پوچھی اور اس کی یہ کیفیت عام عقول کی دسترس سے باہر تھی تو اس کو یوں سمجھایا کہ تم لوگ گھنٹی کی آواز سنتے ہو جو تسلسل کے ساتھ آتی رہتی ہو مگر اس سے کوئی مفہوم اخذ نہیں کر سکتے! اسطرح وحی کبھی اتنے جلال کے ساتھ آتی ہے کہ خطاب کی ہیبت وارشاد کا وزن دل پر ایسا چھا جاتا ہے جسے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا مگر اسکے باوجود جب یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے تو پوری محفوظ ہوتی ہے جیسے سمو بات محفوظ ہو جاتی ہے، یہ کیفیت فرشتوں پر وحی کے مثل ہے جیسا کہ قرآن واحادیث میں وارد ہے جب باری تعالیٰ فرشتوں پر کوئی حکم نازل فرماتا ہے تو ہیبت سے فرشتے اپنے بازوؤں کو سمیٹ لیتے ہیں، جن سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے پتھر پر لوہے کی زنجیر گری ہو، جب ان کے دلوں سے ہیبت کا یہ اثر دور ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا ارشاد ہوا۔

نزول وحی کے وقت کی حالت: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد کہ میں نے دیکھا کہ سخت جاڑے کے دن میں نزول وحی کے اختتام پر جبین اقدس پسینہ پسینہ رہتی، یہ عام ہے، ہر وحی کے لئے خواہ جرس کی آواز کی مثل ہو یا انسانی پیکر میں فرشتہ آکر کلام کرنے کی حالت ہو۔ اسکا سبب یہ ہے کہ نزول وحی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہت بوجھ پڑتا تھا اور اس کے اثر سے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی سرخ ہو جاتا جیسے بخار سے بےچینی پیدا ہوگئی ہے یا ویسے ہی بےچینی پیدا ہو جاتی ہے، تنفس تیز ہو جاتا، ناک سے خراٹے کی آواز نکلتی، جاڑوں میں چہرے سے پسینے کے قطرات یوں گرتے جیسے چاند سے موتی جھڑ رہے ہوں، حدیث شریف میں ہے کہ نزول وحی

کے وقت اگر سوار ہوتے تو اونٹنی بیٹھ جاتی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری ران پر سر رکھ کر لیٹے تھے کہ آیت کریمہ نازل ہوئی، معلوم ہوتا تھا کہ ران ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی میں کہتا ہوں کہ وحی کی وساطت نہ ہوتی تو ران اور اونٹنی کیا ہے پہاڑ باقی نہ رہتے۔ قرآن پاک کی آیت کا مفہوم ہے کہ اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر اتارتے تو تم اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے جھکا ہوا پاش پاش دیکھتے۔ اللہ اکبر! جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اس کے ثقل کا جو تحمل کرے اس کے تحمل کا کیا ٹھکانا، رہ گئی یہ بات صلصلۃ الجرس کی کیفیت میں سب سے زیادہ شدت کیوں تھی اس کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانیں۔

"ایام وحی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت"

غار حرا میں وحی، خلوت کے ایام میں کبھی کبھی کھانا لیکر حاضر ہوتی تھیں کون؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ایک بار حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا خدیجہ سالن یا کھانا (راوی کو شک ہو گیا) لیکر آرہی ہیں وہ آجائیں تو اللہ عزوجل کا اور میرا سلام کہیے، یہ بشارت دیجئے کہ جنت میں انکے لئے موتیوں کا محل ہے جس میں نہ شور ہو گا نہ تکلیف۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزول اقرأ کے بعد بھی کبھی غار حرا میں خلوت گزینی کے لئے تشریف لے جاتے، ایک یہ قول ہے کہ تمام عورتوں میں افضل یہ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ زمین و آسمان کی سب عورتوں سے بہتر مریم بنت عمران (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہیں اور زمین و آسمان کی سب عورتوں سے بہتر خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے زمانہ کی سب عورتوں اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے زمانے کی بہترین عورتیں ہیں۔ اور یہ امت تمام امتوں سے افضل،

تو جب کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس اُمّت کی عورتوں سے بہتر تو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے بھی افضل لیکن ہم اوپر اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہا: جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا ہو اور اسی
حالت میں ملاقات کی ہو اور اسلام ہی پر مرا ہو اگرچہ درمیان میں
مرتد ہو گیا ہو۔

انبیاء کرام علیہ السلام کے خواب بھی وحی ہیں: "ومن الوحی کی قید"
اسلئے لگائی کہ معلوم ہو جائے کہ خواب بھی وحی کی اقسام میں سے ہے۔ حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ دلائل نبوت جو وحی سے پہلے ظاہر
ہوئے، جیسے دھوپ میں ابر کا سایہ کرنا، درخت کے سائے کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی طرف جھک جانا، بحیرہ راہب کا واقعہ، شجر و حجر کا سلام کرنا،
غیبی آوازیں سننا، روشنی دیکھنا، اس میں داخل ہیں۔

رسول: وہ ہے کہ جس کے پاس وحی بھی آئے اور تبلیغ کا بھی مامور ہو،
رسول کی تعریف فرشتوں پر بھی بلا تکلف صادق ہے، فرشتوں پر جو
"رسول" کا اطلاق ہوا اُسے معنیٔ لغوی کی طرف پھیرنا معنیٔ
ظاہر کے خلاف ہے، اسلئے نبی اور رسول میں عموم و خصوص من وجہ
کی نسبت ہوئی ہر رسول نبی مگر ہر نبی رسول نہیں۔

صحفِ انبیاء کرام کی تعداد: نیز اگر رسولوں کی تعداد 313 یا 315
بھی اور صحیفے 104 نازل ہوئے اور وہ بھی اس کی تفصیل سے:
10 حضرت آدم علیہ السلام پر، 50 حضرت شیث علیہ السلام پر، 30 حضرت
ادریس علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر 10۔ "توریت"
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، "زبور" حضرت داؤد علیہ السلام پر، "انجیل" حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور
"قرآنِ مجید" ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر۔

ظہورِ نبوت کی ابتداء:

ابتداءً ان رؤیائے صادقہ کی مدت 6 ماہ تھی، جب یہ طے ہے کہ سورۂ اقراء کا نزول رمضان المبارک میں ہوا تو یہ معلوم ہوا کہ رؤیائے صالحہ کی ابتداء ربیع الاوّل شریف سے ہوئی۔ اس لیے ربیع الاوّل شریف کو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے 4 خصوصیات وابستہ ہوئیں: ① ولادت ② وصال ③ تکمیلِ ہجرت ④ ظہورِ نبوت۔

ابتدائی صورتوں کے نزول میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک سورۂ علق بعض کے نزدیک سورۂ مدثر اور بعض کے نزدیک سورۃ فاتحہ۔ اس میں تطبیق کیسے کی جائے؟ ابتدائی آیات سورہ علق کی، پوری نازل ہونے والی سورہ فاتحہ اور اس دوران سورہ مدثر کی آیات نازل ہوئیں۔

حرا میں خلوت کی حکمت: یہاں خلوت گزینی میں 2 حکمت تھیں، 2 تو یہ تھی کہ کعبہ معظمہ صاف نظر آتا تھا، کعبہ کو صرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس طرح تین عبادات جمع ہوئیں۔ ① خلوت ② عبادت ③ کعبہ شریف کی زیارت۔

* دوسرا یہ کہ دیوانِ صالحین ہمیشہ اسی غار میں قائم ہوتا چلا آ رہا ہے۔ یعنی جس میں امورِ عالم طے ہوتے ہیں۔ بعثتِ نبوی سے پہلے فرشتوں کا دیوان قائم ہوتا تھا۔ بعثت کے بعد دیوانِ اولیاء اسی میں قائم ہوتا ہے، ایک روایت کے مطابق حضرت عبد المطلب نے اسی غار میں خلوت گزینی کی تھی اور اسی وجہ سے قریش غارِ حرا کو بابرکت جانتے تھے۔

واقعۂ فیل کے وقت بھی عبد المطلب نے اسی میں ابرہہ سے نجات کیلئے دعا کی تھی، اسی لیے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی کو ہی اختیار فرمایا (عمر مبارک 40 سال تھی)

* تسمیہ کسی صورت کا جز نہیں: سورۂ علق کے ساتھ تسمیہ نازل نہ ہوئی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تسمیہ اس سورت کا جز نہیں۔

سب سے پہلے کیا نازل ہوا ۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ پہلے کیا نازل
ہوا ، جمہور کا قول ہے کہ سب سے پہلے سورہ علق کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں
بعض حضرات کا قول سورۂ مدثر کی ابتدائی 4 آیات کے متعلق ہے اور ایک
قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پہلی نازل ہونے والی صورت ہے۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہی ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورۂ علق
کی ابتدائی 5 آیات نازل ہوئیں۔ اس حدیث کا یہ حصہ "اچانک میں نے دیکھا
کہ وہ فرشتہ جو حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے مابین کرسی پر بیٹھا ہے"
اس بات کی دلیل ہے کہ سورہ مدثر کی یہ آیات واقعہ حرا کے بعد نازل ہوئیں
اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

سورہ علق کی ابتدائی آیات غار حرا میں نازل ہوئیں، نیز اس
حدیث میں تصریح ہے کہ ~~فطر الوحی~~ فترت وحی کے بعد سورۂ مدثر کی یہ آیات نازل
ہوئیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

سورہ فاتحہ کی روایت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت خبر واحد ہے۔ اور
حدیث خبر مشہور ۔ ظاہر ہے کہ خبر واحد کے مقابل خبر مشہور کو بہرحال
ترجیح ہوگی۔ ان سب اقوال میں یوں تطبیق دی جا سکتی ہے کہ مطلقاً
سب سے پہلے سورہ علق کی 5 آیات نازل ہوئیں، فترت وحی کے بعد
سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور مکمل سورت سب سے پہلے سورۂ
فاتحہ نازل ہوئی۔

ناموس کسے کہتے ہیں ۔ معنی ہیں "صاحب سر" یعنی راز کی باتیں
بتانے والا، خواہ یہ راز خیر ہو یا شر ، اس کو ناموس کہتے ہیں۔

ھبہ : لغوی معنیٰ تحفہ دینا، کسی شخص کو عوض کے بغیر کسی شے کا مالک بنا دینا۔
یعنی کسی کو کچھ دینا کہ وہ اس سے نفع حاصل کرے۔
لغوی معنی کے اعتبار سے ھبہ کا اطلاق ابراء یعنی قرض معاف کرنے اور

صدقہ: یعنی کسی کو آخرت کے ثواب کے لئے کچھ دینا۔
صدقہ یعنی کسی کو آخرت کے ثواب کے لئے کچھ دینا۔
اور صدقہ: یعنی کسی کو اکرام کے لئے بلا عوض کے یا محبت کا ہدیہ دینا۔
ہدیہ
لغوی = تحفہ دینا، اصطلاحی ↓

اصطلاحی معنی: ھبہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کا کسی کو مالک بنانا۔
اسکے صحیح و تام ہونے کے لئے 2 شرائط ہیں۔ ① جو قابل تقسیم شے ہو
اُسے تقسیم کر دیا گیا ہو، زمین ہو یا مکان ہو حدود متعین کر دی
گئی ہو۔ اس پر اپنا قبضہ اُٹھا کر موہوب لہٗ کو قبضہ
دے دینا، اسلئے مشاع کا ھبہ ٹھیک نہیں۔
مشاع: اگر بکری کے بچہ دے دیا تو ھبہ کروں گا۔
یعنی ایسی چیز کا جس کے ہر جز ہر چند شرکاء کے مملوک ہوں تو اسطرح
② موہوب لہٗ نے اگر قبضہ نہ کیا یا قبضہ کیا مگر اس پر واہب
کا سابقہ قبضہ بحال ہے تو بھی تام نہ ہوا۔
مثلاً مکان ھبہ کر کے موہوب لہٗ کے قبضے میں دے دیا مگر اسی
میں واہب کا سامان موجود ہے تو بھی یہ تام نہ ہوا

ذراع دست = جانور کے گھٹنے کے اوپر کے حصہ
اور کراع = گھٹنے کے نیچے کا حصہ یا کھر۔
دستی کا گوشت عمدہ ہوتا ہے، آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دستی
کا گوشت بہت مرغوب تھا۔
یعنی اس سے مراد عمدہ اچھی چیز اور پائے بہت معمولی چیز
مانے جاتے ہیں اس سے مراد حقیر معمولی چیز ہے۔ اور دعوت
اور ھدیہ رد کرنے میں داعی اور ھادی کا دل ٹوٹ سکتی ہے
لہٰذا مکارم الاخلاق میں ہے کہ انہیں رد نہ کیا جائے۔

یعنی صحابۂ کرام علیہم الرضوان اس انتظار میں رہتے تھے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا دن آئے، تو ہم خدمتِ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں اپنے تحائف نذرانے پیش کریں کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی ہے، اس سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت ظاہر ثابت ہوئی کہ وہ تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے زیادہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیاری ہیں۔

* جو لوگ گوہ کو جائز کہتے ہیں اُن کی دلیل اِس قسم کی دوسری حدیثیں ہیں، اُن کا قول یہی ہے کہ اگر گوہ حرام ہوتی تو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔
ہمارے یہاں گوہ حلال نہیں، دلیل امام ابوداؤد کی وہ حدیث ہے جو حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی، انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا اور امام ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا نیز عبدالرحمٰن بن حسنہ نے کہا کہ ہم ایک دفعہ بہت زیادہ گوہ والی زمین پر اُترے، ہم کو بھوک لگی ہم نے گوہ کو پکانا شروع کیا، جب ہانڈیاں اُس سے جوش مارنے لگیں، جب آقا تشریف لائے اور دریافت فرمایا یہ کیا ہے، ہم نے عرض کی گوہ ہے، فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو مسخ کر کے زمین کے کیڑے بنا دیا گیا، میرا اندیشہ ہے کہ یہ وہی نہ ہو، ہانڈیوں کو اُلٹ دو۔
* ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گوہ پیش کی گئی لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے تناول فرمانے سے منع فرما دیا۔
* طیب سے مراد وہ خوشبو ہے جو کپڑوں پر مَلی جائے کہ عطر یا خوشبودار تیل، طیب "اچھی چیز" اور خبیث (گندا) کے مقابل ہے۔
* ترمذی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں کو واپس نہ کیا جائے وہ تکیہ، تیل اور دودھ۔
* حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں کہ جس چیز پر خوشبو پیش کی جائے، اُسے واپس نہ کرے اس لئے کہ وہ اٹھانے میں ہلکی ہے اور خوشبودار ہے۔
* حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ جب تم کو پھول دیا جائے تو اس کو واپس مت

کر وہ اس لئے کہ وہ پھول جنت سے آیا ہے یہ چار چیزیں ہیں سوئیں، تکیہ، دودھ، پھول، خوشبو، یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک مکروہ ہے۔

* منائح، مانحۃ کی جمع ہے وہ اونٹنی یا بکری جو کسی کو دودھ پینے کو دے دی جائے اور دودھ والا جانور مطلقاً اونٹنی یا بکری، یہاں یہی مراد ہیں اس کا مادہ منح۔

* پانی کا رنگ کیا ہے؟ فلاسفہ اس میں الجھے ہوئے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کا رنگ کالا ہے اس پر مشاہدہ دلیل ہے کہ سفید کپڑے پر پانی گر جائے تو سیاہ دھبے دکھائی دیتے ہیں۔

* أنفَجنا اس کا مادہ نفج ہے اس کے معنی بھڑکنے کے ہیں اَنْفَجَ (بھڑکایا) مراد یہ ہے کہ خرگوش کو بھڑکا کر بل سے نکالا۔

* لا شک فیہ: یہاں قال کے فاعل شعبہ ہیں ان کو پہلے یہ شک ہوا کہ ران کے اوپر کا گوشت بھیجا تھا یا ران، پھر انہیں یقین ہوا کہ ران ہی بھیجی تھی مگر اس میں شک ہے کہ ران کے اوپر کا حصہ بھیجا تھا یا نہیں اسی طرح یہ شک ہوا کہ اسے تناول فرمایا یا نہیں مگر اس پر یقین ہے کہ اسے قبول فرمایا۔

* اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خرگوش حلال ہے ورنہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اس کو قبول نہ فرماتے اور کھانے والوں پکڑنے والوں کو زجر فرماتے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اتفاقیہ بوقتِ حاجت شکار کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ اس کی عادت بنانا ممنوع ہے، جس نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا۔

* تشریح، صدقہ فقیر کا حق ہے اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اغنی الاغنیاء ہیں "اللہ تعالی نے تم کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا"۔

نیز صدقہ لوگوں کا میل ہے اور آقا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ازکی و اطیب ہیں نیز صدقہ کھانے میں ایک دناءت ہے اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور آپ اس سے بری ہیں۔

* تشریح: ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گروہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو خدمتِ اقدس میں

بھیجا، انھوں نے اجازت طلب کی تو اجازت عنایت ہوئی اور اس وقت (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ) حضور میرے ساتھ ایک چادر میں لیٹے تھے، وہ آئیں اور عرض فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے مجھے بھیجا ہے اور بنتِ ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عدل کا سوال کر رہی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں چپ رہی، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں جس سے محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت نہیں کرتیں؟ جواباً فرمایا ضرور کرتی ہوں تو فرمایا اس سے (یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت) یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واپس تشریف لے گئیں اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس گئیں اور انھیں پوری گفتگو سے مطلع بتایا، انھوں نے کہا کہ تم نے ہمارا کچھ بھی کام نہیں بنایا، پھر جاؤ اور عرض کرو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بنتِ ابی قحافہ کے بارے میں اللہ عزوجل کے واسطے عدل کا سوال کرتی ہیں، اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ بخدا اب میں کبھی اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ عرض نہیں کروں گی۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھیجا، یہ وہ تھیں جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں میری برابری کرتی تھیں، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ دیندار اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والی، سچی، صلہ رحمی کرنے والی، زیادہ صدقہ کرنے والی، اور جو کام اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب ہو اس سے لگن رکھنے والی، کسی عورت کو نہیں دیکھا، سوائے اس کے کہ ان کے مزاج میں تیزی تھی جو بہت جلد ختم ہو جاتی، حضرت زینب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی، آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی، وہ عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے مجھے بھیجا ہے اور وہ بنتِ ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں عدل کا سوال کرتی ہیں اور پھر میرے بارے میں بولتے گئیں اور حد سے بڑھ گئیں، میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اشارۂ چشم کو دیکھ رہی تھی کہ مجھے بولنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوں ہی بولتی رہیں، جب میں نے یہ جان لیا کہ حضور یہ ناپسند نہیں فرمائیں گے کہ میں انھیں جواب دوں تو میں نے بولنا شروع کیا یہاں تک کہ انھیں باز آنا پڑا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسکرائے اور فرمایا کہ ابو بکر کی بیٹی ہے نا؟ اس حدیث کی فضیلت
کی وضاحت یہ ثابت ہوئی کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام ازواج مطہرات سے زیادہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کو محبوب تھیں۔
* چند حضرات میں محبت میں برابری واجب نہیں * ازواج میں محبت برابری
واجب نہیں اور نہ یہ ممکن ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا: اے اللہ! جس کا
میں مالک ہوں اس میں عدل کرتا ہوں اور اس بارے میں مجھ سے مؤاخذہ
نہ فرمانا جس کا میں مالک نہیں"۔ * کسی کی خوشی کے موقع پر
اسے ھدیہ پیش کرنا مستحسن ہے۔
تشریح: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور
صدقہ و ھدیہ قبول فرماتے اس کا عوض عطا فرماتے۔ * اولاد کو ھبہ کرنا اور
جب اپنی بعض اولاد کو کچھ دے تو جائز نہیں یہاں تک کہ دوسروں کو بھی
اسکے برابر دے اور اس پر گواہ نہ بنائے۔ کیا باپ کو جائز ہے کہ
اولاد کو کچھ دے اور اس سے واپس لے لے؟ امر اولاد کا مال بطریق معروف
کھائے، حد سے آگے نہ بڑھے۔ تو باپ کو جائز ہے اولاد کو دے تو اس
سے واپس لے لے۔
حدیث: ھبہ کا عوض دینا سنت ہے واجب نہیں۔ اگر واجب عوض
کی شرط پر کوئی چیز ھبہ کرے تو درحقیقت وہ بیع ہے اب اگر عوض
معلوم و معین ہو تو بیع صحیح ہے، اگر مجہول ہو تو فاسد۔
مسلک امام مالک: ھبہ اگر مطلق ہے تو عوض دینا واجب
ہے۔
حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور
جب سفر کا ارادہ فرماتے تو قرعہ ڈالتے ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے مابین،
جس کا حصہ قرعہ نکلتا آپ اُن کو ساتھ لے جاتے اور ہر زوجہ مطہرہ
کے لئے ایک دن و رات کی باری تھی، سوائے اس کے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ھبہ کر دی تھی، اس سے ان
کا مقصود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا تھی۔

شرح: باب سے مطابقت یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت سودہ
نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی، یہ عورت کا شوہر کے علاوہ
کسی اور کو ھبہ ہوا، یہ طویل حدیث افک کا جزء ہے، شوہر کو چاہئے کہ
جب سفر میں جائے تو جس بیوی کو چاہے لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ اندازی
کرے اور بہتر یہ ہے کہ واپسی میں دوسری عورتوں کے یہاں سے باری شروع کرے،
ایک عورت نے اگر اپنی باری کسی سوکن کو ھبہ کر دی تو پھر اپنی باری
کو واپس لینے کا اختیار ہے۔

حدیث: اور عبیدہ نے کہا اگر ھبہ کرنے والا مر جائے اور جب ھدیہ کیا گیا،
اس کی زندگی میں ھبہ علیحدہ کر لیا گیا ہو تو اس کے وارثین کے لئے ہے اور اگر
علیحدہ نہ کیا گیا ہو تو ھدیہ دینے والے کے ورثاء کا ہے۔

شرح: ہمارے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ھبہ تام ہونے کے لئے قبضہ
شرط ہے۔ اس باب میں جو صورت مذکور ہے اس میں وہ قبضہ نہیں اس لئے
موھوب لہ یا واھب کی موت کے بعد ھبہ باطل ہو گیا اور شئے موھوب
واھب کی یا اس کے ورثہ کی ملک ہوگی اور وعدہ کیا تھا ابھی اس پر عمل نہ کیا
تھا کہ مر گیا تو بات ہی ختم ہوگئی، وعدہ کرنے والے کے وارثین پر اس کا پورا کرنا
واجب نہیں، چونکہ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف ہے، ہیں؟
ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ موھوب لہ کی حیات میں کسی نے اسے کچھ ھبہ
کیا اور اس کی حیات ہی میں اسے اپنی ملک سے الگ کر دینا مثلاً کسی کو دیا
کہ فلاں کو دے آؤ اور اس کے بعد دونوں مر گئے بس یہی ھبہ اگر موھوب لہ
کی زندگی میں علیحدہ نہیں کیا گیا تو ھبہ صحیح نہیں ہوگا، گویا ان کے
نزدیک ھبہ تام ہونے کے لئے قبضہ شرط نہیں صرف غیر موھوب سے علیحدہ
کرنا کافی ہے۔ اور ایک روایت [illegible] کی ہے [illegible] نے قبلت کہا یعنی موھوب لہ

کے نزدیک موہوب لہ یا اسکے وکیل کا قبضہ تام ہونے کے لئے ضروری ہے۔
شارحین نے اسے جمہور کے مذہب کے مطابق کرنے کے لئے یہ توجیہ کی ہے۔
فصلت سے مراد یہ ہے کہ کسی کو بیچ جانے کے لئے دے دیا، اب اس قاصد
کا قبضہ موہوب لہ کا قبضہ ہے تو یہ توجیہ ظاہر ہے، بس
احکام: ذمی کفار کو ہدیہ دینا ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اور
یہ اسی آیت کا مفاد ہے۔ حربی کفار کو نہ ہدیہ دینا جائز نہ
ان سے قبول کرنا جائز و درست۔ ہندوستان کے کفار حربی ہیں اگرچہ
ہندوستان دارالاسلام ہے، مگر آج کے ماحول میں دفعِ شر کے لئے
بقدرِ دفعِ شر کفار سے ہدیہ لینا جائز ہے۔

* عُمریٰ جائز ہے:-

عمریٰ کا لغوی معنی جو چیز تم کو زندگی میں دی جائے وہ "عُمر" کی ہے
عمریٰ یہ ہے کہ کوئی کسی سے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنا مکان تم کو زندگی بھر کے لئے
دیا، یا یہ کہے کہ میں نے تم کو اپنا گھر دیا اس شرط پر کہ اگر میں تم سے پہلے
مر گیا تو یہ تمہارا ہے اور اگر تم پہلے مر گئے تو میرا ہے" اس لئے عرب
میں ~~الرکبۃ~~ الرقبتک کا لفظ رائج تھا اسلئے اسکو رقبیٰ کہتے
ہیں۔ عمریٰ جائز ہے، جسے دیا تھا وہ اس کا مالک ہے معمر
زندگی بھر اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے، معمر کے مرنے کے بعد وارثین
کا ہوگا، رقبہ جائز نہیں حدیث میں بھی عمریٰ کا تذکرہ ہے۔
دوسرے آئمہ کرام علیہ الرحمہ نے اس پر قیاس کرکے رقبیٰ کو جائز کہا ہے
حالانکہ دونوں کی حقیقت میں بین فرق ہے، ایک کو
دوسرے پر قیاس کی ہمت؟ محل غور ہے۔

* **ہبہ کے ارکان**، ۲ ہیں ① ایجاب ② قبول - ہبہ کرنے والا
اپنی زبان سے ہبہ یا اسی جیسا لفظ جو ہبہ کے معنی میں استعمال
ہوتا ہو کہہ دینے سے "ایجاب" اور جیسا جس شخص کو دیا جا رہا

ہے وہ اسے قبول کرے تو "قبول" پایا جائے گا۔ دوسری یہ کہ ھبہ کے تمام ہونے یعنی مکمل
ہونے کے لئے جسے ھبہ کیا گیا ہے اُس شخص کا ھبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا
ضروری ہے۔ بغیر قبضہ کے ھبہ مکمل نہیں ہوگا۔

ھبہ کی شرائط: ① ھبہ کرنے والا عاقل و بالغ ہو ② ھبہ کرتے وقت
ھبہ کرتے وقت وہ شے ھبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو۔ لھذا جو
چیز ابھی موجود نہ ہو اس کا ھبہ درست نہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ میری
بکری کو اس سال جو بچہ پیدا ہوگا وہ تمہارے لئے ھبہ ہے، یہ درست
نہیں۔ ③ جس چیز کو ھبہ کر رہا ہے وہ شریعت کی نگاہ میں باقیمت
مال ہو۔ لھذا جو شریعت کی نگاہ میں باقیمت مال نہ ہو اس
کا ھبہ کرنا درست نہیں۔ جیسے مردار و خون۔

مشاع میں ھبہ کے جواز میں مذاہب اربعہ: علامہ حنفی
لکھتے ہیں کہ تقسیم ہونے والی چیزوں میں اُس وقت ھبہ جائز
ہوگا جب انکو تقسیم کرکے الگ کر دیا جائے اور جو تقسیم کے قابل نہ
ہو اس کو تقسیم نہ ہونے والی چیزوں کی طرح ھبہ کرنا جائز ہے
جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں جائز
ہے اور امام مالک و احمد رحمھما اللہ کا بھی مذھب یہی ہے

ھبہ کو واپس لینے کی ممانعت ائمہ اربعہ: اس سے پیدا ہونے والا
ایک اخلاقی نفسیاتی پہلو تھا لیکن اس کا فقہی و شرعی پہلو یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ
کے مسلک کے مطابق کسی کو کوئی چیز بطور ھبہ یا صدقہ دینا اور پھر لینے والے کے قبضہ
میں اس چیز کے چلے جانے کے بعد اس کو واپس لینا جائز ہے مگر مکروہ ہے البتہ
بعض صورتوں میں جائز نہیں ہے اگرچہ بے مروتی و بد خلقی ہے۔ دلیل، حدیث
مبارکہ ہے "[illegible] یعنی ھبہ کرنے والا اپنے ھبہ کا حقدار ہے جب تک اس کا عوض نہ لے۔
یہ حدیث مبارکہ تو حرمت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ قے کتے پر حرام
نہیں۔

یہ تشبیہ صرف نفرت دلانے کے لئے ہے حضرت بشیر نے اپنے بیٹے حضرت نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو باغ ھبہ کیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ واپس لے لو۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو گھوڑا ھبہ کر دیا تھا پھر اس سے واپس خریدنا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مت خریدو، وہاں بھی کتے والی مثال پیش فرمائی حالانکہ اپنا ھبہ سب کے ہاں جائز ہے اگر یہ حدیث حرمت کی ہو تو قرآن احادیث طیبہ کی مخالف ہوگی، لھٰذا امام اعظم علیہ الرحمہ کا قول نہایت قوی ہے، اور یہ حدیث نہ انکے خلاف ہے دیگر آئمہ کے۔ امام شافعی و امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ المبین فرماتے ہیں کہ دیا ہوا تحفہ واپس لینا مطلقاً حرام ہے اور کتے کی قے بھی حرام ہوتی ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ والد اولاد کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے دیگر اھلِ قرابت سے واپس نہیں لے سکتا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بیٹے کو کوئی چیز ھبہ کرکے واپس نہیں لے سکتا ہے، دلیل حدیث: جب ذی رحم محرم کو ھبہ دیا جائے تو واپس نہ ہوگا، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ اھلِ قرابت کا ھبہ جائز ہے اور اجنبی کا ھبہ واپس ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ دیا گیا ہو، امام اعظم علیہ الرحمہ کے ہاں بیٹے کو دیا ہوا عطیہ بوقتِ ضرورت واپس لے سکتا ہے، کیونکہ اب یہ بیٹے کا مال ہے، اور باپ بیٹے کا مال ضرورتاً بغیر اجازت خرچ کر سکتا ہے۔ بیٹی کو دیا ہوا جہیز واپس نہیں لے سکتا، نیز خاوند و بیوی باھم عطیہ کی گئی شے واپس نہیں لے سکتے، اھلِ قرابت و عزیزوں کا ھدیہ بھی واپس لے سکتے، حدیثِ مبارکہ ہے کہ: اھلِ قرابت کا ھدیہ لازم ہے دوسرے کا ھدیہ لازم نہیں جب تک کہ وہ اس کا عوض نہ دیں۔ اسی طرح صدقہ و خیرات واپس نہیں لے سکتے۔ ?

22 اگست

21

کتاب المناقب

مناقب منقبۃ کی جمع ہے جس کے معنی فضیلت کے ہیں۔ اس کی ضد مثلبۃ
ہے جس کے معنی عیب کے ہیں اس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے، مفہوم:
اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخ در شاخ اور
قبیلہ کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں تم
میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو
جس کا نام لے کر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر وقت
تمہیں دیکھ رہا ہے اور جو جاہلیت کی پکار رہا ہے اور جاہلیت کے پکارے
منع فرمایا گیا۔

شعوب دور کے نسب کو کہتے ہیں یعنی قبائل کے رؤوس واصول کو جیسے
ربیعہ و مضر اور اوس اور خزرج اور اس سے کم درجے کو قبیلے کو کہا جاتا
ہے جیسے قریش وتمیم۔ عرب والوں میں نسب جاننے کی تفصیلات کے 6 طبقے مقرر کیے
ہیں شعب، عمارہ، بطن، فخذ اور فصیلہ، جیسے خزیمہ شعب اور
کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن، ہاشم فخذ اور
عباس فصیلہ، لیکن اکثر بطون تمام شاخ سب پر قبیلے کا اطلاق کیا جاتا ہے

حتیٰ یقع فیہ یعنی جو شخص امارت قبول کرنے کو ناپسند کرتا ہو
اگر اسے والی بنا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال ہوگی
اور قبول کرنے سے پہلے ناپسند کرتا تھا لیکن امیر بنائے جانے کے بعد جب
اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی تو اس کی کراہیت دور ہو جائے گی

قرابت اور بعض اچھی بری چیزوں کا بیان

اہل عرب خصوصاً قریش میں خاندانی عصبیت اور قرابت کا
پاس ولحاظ بہت تھا رشتہ داروں کی بے جا باتوں کو بھی درگزر کر دیتے
تھے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہمارے رشتہ دار کی غلطی ہے، بے جا حمایت بھی
کرتے تھے، مگر اس کے باوجود کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے تھے ستائے گئے

یعنی تو اسی پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تھی کہ اور کچھ نہیں تو قرابت
کا لحاظ و پاس کرو اور میرے ستانے سے باز رہو، خصوصاً ایسی
صورت میں جب کہ میں حق پر ہوں نہیں سب تفسیر میں یہی
راجح و مختار ہے۔

قریش کے مناقب کا بیان :-

قریش فہر بن مالک کا لقب ہے،
ایک قول یہ ہے کہ نضر بن کنانہ کا لقب ہے، مگر ہر دو قول میں
تنافی نہیں حاصل دونوں کا ایک ہے اس لئے کہ اگرچہ نضر کے تین لڑکے تھے
"مالک"، "صلب"، "صہلیت" مگر نسل صرف مالک سے ہی چلی یوں ہی
مالک کی نسل صرف "فہر" سے چلی باقی رہی۔ نضر کی جو بھی نسل ہے
وہ فہر کی فقط بھی نسل ہے۔ قریش خواہ نضر کا لقب مانو خواہ فہر
کا، حاصل دونوں کا ایک ہے سارے قریش کا نسب فہر کے واسطے
سے نضر بن کنانہ تک پہنچتا ہے۔ روافض نے یہ گڑھا ہے کہ قریش قصی
کا لقب ہے یہ سراسر باطل ہے یہ اختراع انھوں نے اسلئے کیا کہ
حضرت صدیقِ اکبر و عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو "قریشی" ہونے سے،
اپنے زعم فاسد سے خارج کر دیں۔

نسب کا بدلنا، جان بوجھ کر اپنے نسب کو بدلنا حرام و گناہ ہے اور یہاں تک
کہ جان بوجھ کر اپنے نسب کو بدلنا کفر ہے، نسب بدلنے کی دو صورتیں ہیں یعنی
اپنے باپ کے نسب کا انکار کرنا دوسرا اثبات جو اپنا باپ نہیں اسکو اپنا باپ
بنانا دونوں حرام ہے جیسا کہ آج کل رواج پڑ گیا ہے بڑی آسانی سے لوگ اپنے آپ کو
سید کہنے اور لکھوانے لگے ہیں حالانکہ وہ سید ہوتے نہیں۔
فوائد: الف مقصورہ و ممدودہ دونوں کے ساتھ چھوٹا و نشان کے
معنی میں آیا ہے۔

اور لیری عینہ

یہ باب افعال ارادۃ سے فعل مستقبل ہے یعنی اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو انکی آنکھ نے دیکھی نہیں جو اپنے خواب بناوٹی اسکو بیان کرے اسکو اعظم الفریٰ اسلئے کہا گیا ہے کہ خواب کو اجزاء نبوت میں سے ایک جز کہا گیا ہے اور یہ من جانب اللہ ہوتا ہے تو جھوٹا خواب بیان کرنے والے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اور اپنے لئے اجزاء نبوت میں سے ایک جز کا اثبات کیا۔

قحطان امام مہدی علیہ الرحمہ کے بعد نکلے گا۔

(قریش) ~~قریش۔ ایک جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔~~ فہر بن مالک قریشی اسلئے کہلاتے ہیں کہ قریش ایک سمندری جانور کا نام ہے جو بہت ہی طاقتور ہوتا ہے اور سمندری جانوروں کو کھا ڈالتا ہے یہ تمام جانوروں پر ہمیشہ غالب ہی رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا چونکہ فہر بن مالک اپنی شجاعت اور خداداد طاقت کی بنا پر تمام قبائل عرب پر غالب تھے اسلئے تمام اہلِ عرب ان کو قریش کے لقب سے پکارنے لگے۔

یعنی قریش ایک جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے اسی کے نام پر قبیلہ قریش کا نام قریش رکھ دیا۔ والدین کریمین دونوں کا سلسلۂ نسب فہر بن مالک سے ملتا ہے اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم والدین دونوں کی طرف سے قریشی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اسماء کا بیان

اسماء ذات 2 ہیں احمد و محمد۔ کتبِ سابقہ میں احمد اور قرآن مجید میں محمد، آسمان میں احمد اور زمین میں محمد، یہ باب تفعیل سے ہے جس کا معنیٰ ہیں بہت تعریف کیا ہوا، اسم مفعول کا صیغہ ہے، احمد مجرد سے

اسم تفضیل ہے، معنیٰ بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔
اس کا بھی احتمال ہے کہ معنیٰ مفعول سے اسم تفضیل ہے جیسے "اشہر" بمعنیٰ "بہت مشہور"۔ اب احمد کے معنیٰ ہوا "زیادہ تعریف کیا گیا"، اسکا بھی احتمال ہے کہ معنیٰ ہو "حمد والا"
اسمائے صفاتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کتنے ہیں؟ ان کا شمار ابھی تک نہیں ہو سکا "دلائل الخیرات" شریف میں 212 ہیں اور اسکے بعد بھی علامہ عینی نے ابن عربی سے نقل فرمایا کہ اسمائے مبارکہ 1000 تک ہیں
الحمد محمد حاشر و عاقب: 5 اسماء میں حصر نہیں اسماء کے مفہوم اور عدد میں بیان ان 5 ذکر کرنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ اگلی امتوں و کتابوں میں مشہور تھے۔ یا اس بناء پر تھا کہ یہ پانچوں ~~اسم~~ اسماء ایسے ہیں جو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں کسی اور کے یہ نام نہیں۔

افضل وھو المستعان مگر ان کے علاوہ بہت سے اسماء مبارکہ وہ ہیں کہ جو حضور کے ساتھ خاص ہیں
کسی اور کے ساتھ نہیں مثلاً خاتم النبیین، صاحب المقام المحمود وغیرہ۔ عاقب کے معنی = جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا یعنی آخری نبی ہیں۔

وفات: حضرت ابن عباس و صحابہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور سعید بن مسیب اور امام شعبی و امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ 63 سال کی عمر میں وصال فرمایا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت یہ ہے کہ 65 سال کی عمر میں وصال فرمایا، اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں مگر صحیح در اصل قول یہ ہے کہ 63 سال کی عمر میں وصال فرمایا

مشابہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ بہت مشابہ تھے ان کے علاوہ مندرجہ ذیل درج اشخاص کے متعلق بھی مروی ہے کہ مشابہ تھے۔
حضرت جعفر بن ابو طالب، حضرت عمر، قثم بن عباس، حضرت ابو سفیان بن حارث، سائب بن عبید، عبداللہ بن عامر بن کعب بن ربیعہ، (رضی اللہ عنہم اجمعین) انہیں آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہمارے مشابہ ہے۔ حضرت انس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی
امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت مسلم بن معتب رضی اللہ عنہ

ان تین اشخاص میں سے ایک حضرت جبرائیل علیہ السلام دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام اور تیسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

قبل ان یوحی الیہ تمام شارحین حدیث رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ شریک سے وہم ہو گیا اس لئے کہ واقعہ معراج ہجرت کے ایک یا دو یا تین سال پہلے ہوا تھا۔

الیہم ھو؛
قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ مسجد حرام میں سویا کرتے تھے، پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ و ابو طالب کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

* علامات اسلام میں نبوت کی علامتوں کا بیان؛
معجزات کو نہیں بلکہ علامات کہا اس لئے کہ یہ نام ہے معجزے کو بھی اور کرامت کو بھی، خرق عادت کاموں کی قسمیں ہیں۔ ارہاص، اہانت

ارہاص: نبی سے دعویٰ نبوت سے قبل جو خرقِ عادت ظاہر ہو۔

معجزہ:

کرامت:

استدراج:

معونت:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ تابعین سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ جو معجزات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوتے تھے انکو ہم صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی برکت جانتے اس سے ہمارے یقین میں طمانیت و قوت پیدا ہوتی تھی اور تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ معجزات کافروں کو ڈرانے کے لئے ظاہر ہوتے تھے۔

معجزات کے دونوں فائدے ہیں، کچھ معجزات ایسے ہیں جن میں برکت و بشارت ہے مثلاً بھوکوں کا پیٹ بھر جانا، پیاسوں کا سیراب ہو جانا اور بعض تخویف و انذار کے ہیں مثلاً سورج گرہن، زمین میں دھنسا دینا یا ناگہانی طور پر کسی کا ہلاک ہو جانا

علمائے کرام رحمہم اللہ السلام کا اختلاف ہے کون سا پانی افضل ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ انگشتانِ مبارک سے جاری ہونے والا پانی سب پانیوں سے افضل ہے حتیٰ کہ زم زم شریف سے بھی افضل۔

تسبیح طعام:

اس سے معلوم ہوا کہ جمادات میں یک گونہ حیات ہے وہ تسبیح پڑھتے بھی ہیں جسے اہلِ باطن سنتے ہیں یہ تسبیح تسبیحِ قبری کے علاوہ ہے

دجّال = دجل کا اسم مبالغہ ہے اس کا معنی فریب و دھوکا دینے کے ہیں

* آدمی فتنوں کو معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے ورنہ اس میں مبتلا ہو سکتا ہے

فی آخر الزمان اس سے مراد صفا رجی ہیں لیکن ان حضرات نے آخر الزمان پر نور نہ فرمایا، خوارج یا ہر کال اینڈ ایا اسلام میں پیدا ہوتا ہے اسلئے اس حدیث میں وہ مراد نہیں ہو سکتے البتہ نجدی ہو سکتے ہیں جس کی تائید میں متعدد احادیث ہیں

صنعاء: یمن کا دار السلطنت تھا وہاں کا سب سے بڑا شہر ہے۔

حضرموت۔ صنعاء سے 4 دن سے زائد کی مسافت پر ایک شہر ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد شام کا صنعاء ہو جو شام میں دمشق باب الفرادیس کے اطراف میں ایک بستی ہے، جس کا مطلب ہے کہ آج ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانا خطرے سے خالی نہیں لیکن وہ وقت ایسے آئے گا کہ پورا عرب میں اسلام پھیل جائے گا اور ایسا امن قائم ہو گا کہ کسی سفر میں کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو گا اگرچہ وہ لمبا سفر ہو۔

* مسیلمہ مدینہ منورہ میں آیا تو حارث کی بیٹی کے گھر ٹھہرا جس کا نام کیسہ تھا، یہ مسیلمہ کذاب کی زوجیت میں تھی، مسیلمہ سنۃ الوفود سنہ 9ھ میں بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ آیا، یہ 20 سے کچھ اوپر آدمی تھے، مسیلمہ کذاب پڑاؤ پر رہ گیا اور وفد کے بقیہ افراد مسجد نبوی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت تک اس نے دعوئے نبوت نہیں کیا تھا۔ مدینہ طیبہ سے واپسی کے بعد یہ سب مرتد ہو گئے اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کر دیا، یہ کچھ طلسم بھی جانتا تھا، مثلاً انڈے کو شیشی میں داخل کر دیتا۔

يَنْخَرجان

يُنْخَرجان بعدی

اسود عنسی یہ یمن کے مشہور شہر ~~فیروفد~~ صنعاء میں رہتا تھا اسے فیروز دیلمی صحابی نے ~~مشکل~~ قتل کیا اور ایک قول کی بنا پر کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مرضِ وصال میں مارا گیا اور ایک قول کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے ابتدائی ایام میں مسلیمہ کذاب عہد صدیقی میں جنگ یمامہ میں مارا گیا اسے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ ان دونوں نے حیاتِ ظاہری حضور میں دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اسلئے "یخرجان من بعدی" کا مطلب ہے کہ میرے ظہور کے بعد یہ دونوں خروج کریں گے یہ مراد نہیں کہ میرے وصال کے بعد نکلیں گے۔

بقیہ اعزاز کا قول ↓

17
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ~~کا قول~~ کی سمجھداری؛ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح کی نعمت عطا فرمائی ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے، اور کچھ صحابہ نے کچھ نہیں بولے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے وصال کے نزدیک ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا وقتِ وصال قریب آچکا ہے جس کام کے لیے بھیجا گیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے اب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیجیے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی یہی جانتا ہوں

نوٹ: تالیں، ایسا بچھونا جس میں باریک (رُوئی) ہو، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب شادی کی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس وقت ان سے فرمایا تھا

ذَنُوب، وہ ڈول جو پانی سے بھرا ہو، **غرب**: وہ بڑا ڈول جسے اونٹ کھینچتا ہے

= میں نے شروع میں یہ دیکھا کہ میں 1 کنوئیں پر ہوں اور چرخے سے ڈول کھینچ رہا ہوں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔

العبقری: وہ شخص جو اپنے کام کا ماہر ہو قوم کا سردار، ہر شے

میں عبقری وہ ہے جو اس کے حد کمال تک پہنچا ہو
فریؔ : ایسا کام کرے جو مصلحت کے مطابق ہو جس پر لوگ تعجب کرتے ہوں
حدیث کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں
کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت سے مسلمانوں کو
کیا فیوض حاصل ہوں گے، کنووں سے پانی

* حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاند 2 ٹکڑے ہوا اور ہم
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے۔ فرمایا گواہ ہو جاؤ اور اسی
کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا، اس سے مراد یہ ہے کہ چاند مکہ شریف
میں 2 ٹکڑے ہوا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ٹکڑا اپنی جگہ رہا اور ایک
ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا اور اس پہاڑ سے مراد "حرا" ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ 2 بار ہوا تو لوگوں نے حرا کو دونوں ٹکڑوں
کے درمیان دیکھا، اس سے حاصل یہ ہوا کہ پہاڑ کی طرف جانے کا مطلب
یہ ہے کہ پہاڑ سے کچھ آگے نکل گیا اور منیٰ و مکہ شریف میں تطبیق یہ ہے کہ
یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا اور منیٰ مکہ شریف ہی میں ہے۔
یہ واقعہ ہجرت سے 5 سال پہلے ہوا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب: اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر
چاند کا 2 ٹکڑے ہونا صحیح ہوتا تو ایسی عجیب و غریب بات لوگوں
سے چھپی نہ رہتی تو یہ بطریق تواتر منقول ہوتا نیز اہل نجوم اور تاریخ
والے بھی اسے جانتے اور اس کو اپنی کتب میں درج کرتے۔
جواب: یہ واقعہ رات میں ہوا اس وقت لوگ گھروں میں سوتے رہتے
ہیں پھر یہ واقعہ آن کے لیے ہوا تھا اسے وہی شخص دیکھ سکتا تھا جو اس وقت
چاند پر نظر رکھتا ہو عام طور پر لوگ رات کو جاگتے بھی ہیں تو اپنے کاموں میں مشغول
رہتے ہیں کون ہے جو آسمان پر ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہے، چاند میں گہن
لگتا ہے [illegible] اس کو

چند ہی لوگ دیکھ پاتے ہیں۔ علامہ عینی نے نقل فرمایا ہے کہ
مکہ شریف والوں نے کہا کہ یہ ابن ابو کبشہ کا جادو ہے سفر کرنے
والوں سے پوچھو اگر انھوں نے بھی دیکھا ہو تو سچ ہے ورنہ جادو
ہے جو لوگ سفر میں گئے تھے جب واپس آئے تو بتایا کہ ہم نے چاند
2 ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ نیز ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ
مکہ معظمہ میں ہوا اسے وہی دیکھ سکتا ہے جو مکہ معظمہ کے آس پاس
ان حدود میں موجود تھے، جو مکہ معظمہ میں چاند کو دیکھ سکے،
رہ گئے دور دراز کے لوگ اختلاف مطالع کی بناء پر چمکنے والے
چاند کو نہ دیکھ سکے۔ ہیں تھے وہ بھلا کس طرح دیکھ سکتے تھے۔

ظاہرین معنی "غالب رہنے والے" امر اللہ سے مراد وہ
ہوا ہے جو قیامت کے قریب آئے گی اور ہر مومن مرد و عورت
کی روح نکالے گی اور یہ گروہ کون ہے؟ امام بخاری علیہ الرحمہ نے فرمایا
کہ یہ اہلِ علم ہیں اور یہی راجح ہے
علم سے مراد علم دین اور قرآن و حدیث کا علم ہے
غالب ہونے سے مراد دلیل و حجت کا غلبہ ہے یعنی قربِ قیامت تک
روئے زمین پر کچھ لوگ ایسے موجود رہیں گے جو دلیل و حجت میں پوری دنیائے
اسلام کے مخالفین پر غالب رہیں گے یہ مخالفین خواہ مدعیان اسلام ہوں
یا اعلانیہ اسلام کی مخالفت کرتے ہیں، اس کا بھی احتمال ہے کہ علم سے
مراد معنی عام ہو یعنی علمِ ظاہر و علمِ باطن۔ اللہ تعالیٰ کی زمین کبھی اولیاء کرام رحمہم اللہ
سے خالی نہ ہوگی